توبہ کا دَروازہ کُھلا ہے

خُرّم مُرادؔ

منشورات

00091 / 10

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّهٗ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًافَهَلْ لَّهٗ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهٗ فَكَمَّلَ بِهٖ مِائَةً ثُمَّ سَالَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ اِنَّهٗ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَحَدْ لَّهٗ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ اِلٰٓى اَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَاِنَّ بِهَآ اُن سًا يَتَعَبَّدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاعْبُدِ اللّٰهَ تَعَالٰى مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ اِلٰٓى اَرْضِكَ فَاِنَّهَا اَرْضُ سَوْءٍ فَنْطَلَقَ حَتّٰٓى اِذَا نَصَفَ الطَّرِيْقَ اَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَمَصَتْ فِيْهِ مَلٰٓئِكَتُه الرَّحْمَةِ جَآءَ تَآئِبًا مُقْبِلًام بِقَلْبِهٖٓ اِلَى اللّٰهِ وَقَالَتْ مَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ اِنَّهٗ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَاَتَاهُمْ مَلَكٌ فِيْ صُوْرَةِ اٰدِنِّيْ فَجَعَلُوْهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ تِيْسُوْا مَابَيْنَ الْاَرْضَيْنِ فَاِلٰٓى اَيَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰى فَهُوَ لَهٗ فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰٓى اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ اَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلٰٓئِكَةُ الرَّحْمَةِ قَالَ قَتَادَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ ذُكِرَ لَنَا اَنَّهٗ لَمَّآ اَتَاهُ الْمَوْتُ نَاءَ بِصَدْرِهٖ.

باسمہ

آج ہمارے لیے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت میں حاضر ہو سکیں اور ہمیں یہ سعادت نصیب ہو سکے کہ آپ ﷺ سے براہِ راست استفادہ کریں، لیکن یہ ضرور ممکن ہے کہ ہم حضور ﷺ کی باتیں سن سکیں۔ آپ ﷺ کی باتوں سے اپنی روحوں کو فیض یاب کر سکیں، آپ ﷺ کے بخشے ہوئے انمول ہیروں سے اپنی جھولی بھر سکیں اور اپنی زندگیوں کو آپ ﷺ کے نور سے روشن کر سکیں جو آپ ﷺ کی ہدایت اور صحبت کے اندر موجود ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے لیکن میری نظر میں اس کے بعد دوسرا بڑا معجزہ آپ کی وہ سیرت طیبہ ہے کہ جس کا حسنُ و جمال اس کو اُسوۂ حسنہ بناتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا اُسوہ چلتا پھرتا قرآن تھا۔

آپ ﷺ کا تیسرا معجزہ انسانوں کی وہ جماعت ہے جسے آپ ﷺ نے بنایا، سنوارا اور بلندیوں تک پہنچایا اور جنھوں نے آپ ﷺ کی بات سنی، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑے۔ آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ تھاما، ان کے دلوں کے روگ کا علاج کیا، ان کے اخلاق کو پاکیزہ بنایا اور بالآخر وہ خدا کے ایسے بندے بن گئے کہ ایک طرف ان کے دل خدا کی محبت سے سرشار تھے اور ان کا عمل خدا کی مرضی کے مطابق تھا، اقبال کے الفاظ میں ہر ایک اس طرح نور قرآنی اور نور محمدی ﷺ تھا کہ ہر سینہ دل کاش اوست، یعنی ہر سینے میں حضور ﷺ کے دل کا ایک ٹکڑا پیدا ہو گیا تھا، اور دوسری طرف کامرانیوں کی یہ انتہا ہوئی کہ

سوسال کے عرصے میں اس جماعت نے اسپین سے لے کر افریقہ تک دُنیا کو مسخر کرلیا اور وہ اس کی امام بن گئی۔

کامیاب اور اچھی زندگی کی آرزو کس کو نہیں ہوتی، بلکہ غور کریں تو ہم سب کی کوششوں اور کاوشوں کا مقصود یہی ہے کہ ہماری زندگی اچھی اور کامیاب ہو۔ یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ اس سے کامیاب اور اچھی زندگی نہ آسمان نے دیکھی اور نہ زمین پر بسر ہوئی جو حضور ﷺ کی زندگی تھی، اور جو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی تھی۔ یہ وہ زندگی ہے جس کی تصویر ہم کو احادیث کے آئینے میں نظر آتی ہے۔ اگر ہم اس آئینے کو دیکھیں اور اس سے روشنی حاصل کریں، تو آج بھی ہمارے لئے وہ راہ کھل سکتی ہے جس پر چل کر سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا تھا، اور دُنیا و آخرت کی ساری سربلندیاں حاصل کی تھیں۔ اس لیے تذکیر حدیث نبوی ﷺ کی یہ صحبت ہماری زندگی کے لیے بھی بڑی اہم اور مبارک صحبت ثابت ہوسکتی ہے۔

زندگی کا وہ سفر جو کامیابی، بھلائی اور نیکی کی جستجو میں بسر ہو، اس راہ کا پہلا قدم کیا ہے؟ اس پر چلنے کے لیے ہمیں کس زادراہ کی ضرورت ہے اور وہ کون سی شرائط ہیں جن پر چلنے سے یہ سفر کامیابی کے ساتھ پورا ہوسکتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہمارے پیش نظر رہیں گے، اور ان کا جواب اس حدیث کے اندر موجود ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

ہم جیسے ہی نیکی اور بھلائی کا سفر شروع کرتے ہیں، تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تو ہم خود ہیں۔ ہزار ارادے باندھتے ہیں لیکن وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے لیکن ہم نہیں کرتے یا کر نہیں پاتے، اور ہمیں یہ بھی خوب معلوم ہوتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے، مگر جو نہیں کرنا چاہیے اس سے ہم نہیں رک پاتے۔ کہیں وسوسے ہوتے ہیں، کہیں دُنیا کی ترغیبات آڑے آجاتی ہیں اور کہیں نفس کی خرمستیاں۔ ہم سب کو اس کا بھی بخوبی اندازہ ہے کہ ہر روز ہم سے دانستہ یا نادانستہ بہت سے گناہ

سرزد ہو جاتے ہیں۔ یہ حدیث ہمارے اس سب سے پہلے مسئلے سے بحث کرتی ہے۔ اس کے راوی ایک انصاری صحابی حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہے اور وہ اسی نام سے ساتھ پکارے جاتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں ایک آدمی ایسا تھا، جس نے ۹۹ آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر اس نے پوچھنا شروع کیا کہ زمین والوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس کو ایک راہب کا پتا بتایا گیا۔ وہ اس راہب کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے ۹۹ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟

جب راہب نے انکار کیا تو اس نے اس کو بھی مار ڈالا اور اس طرح اس نے ۱۰۰ قتل پورے کر لئے۔ پھر اس نے پوچھنا شروع کیا کہ زمین والوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس کو پھر ایک عالم کا پتا بتلایا گیا۔ وہ وہاں گیا اور پوچھا کہ اس نے ۱۰۰ انسانوں کو قتل کر دیا ہے۔ کیا اب اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ عالم نے کہا کہ ہاں، تمہارے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے۔ اس بستی کی طرف چلے جاؤ، اس میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی بندگی کرتے ہیں۔ تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی بندگی کرو اور اپنی اس بستی کی طرف لوٹ کر نہ آنا، اس لیے کہ یہ برے لوگوں کی بستی ہے۔ چنانچہ اس نے اس بستی کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اس کو موت آ گئی۔

اب اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ آدمی توبہ کر کے سچّے دل کے ساتھ اللہ کی رحمت کی طرف آیا تھا۔ مگر عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے تو ایک بھی نیکی نہیں کی۔ اس کے بعد ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا۔ اُنھوں نے اس کو اپنے درمیان جھگڑا نبٹانے کے لیے ثالث بنا لیا۔ اس نے کہا کہ دونوں بستیوں کے درمیانی فاصلے کو ناپو اور یہ شخص جس بستی کے

قریب پایا جائے، وہ اسی بستی میں شمار ہوگا۔ لہٰذا فاصلہ ناپا گیا اور وہ اس بستی کے قریب پایا گیا جس کی طرف ارادہ کر کے وہ جا رہا تھا۔ چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کر لی۔ بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ایسی حدیث کو جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہو، علم حدیث کی اصطلاح میں متفق علیہ کہا جاتا ہے، اور جو حدیث ایسی ہو کہ جس پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہو گئے ہوں اپنے درجے کے لحاظ سے اس کا شمار بہت اونچی احادیث میں ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بڑی صحیح اور اونچے درجے کی حدیث ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام محمد بن اسماعیل تھا، ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی کتاب صحیح بخاری میں ۹ ہزار سے زائد احادیث ہیں لیکن بعض احادیث بار بار بیان ہوئی ہیں۔ اگر ہم صرف ان احادیث کو شمار کریں جن کا سلسلہ حضور ﷺ تک پہنچتا ہے تو وہ ساڑھے تین ہزار احادیث ہیں۔ اُنھوں نے اس کتاب کی تیاری کے لیے سخت اور کڑا معیار رکھا۔ راویوں کو پرکھنے کے بعد جب وہ کوئی حدیث اس میں درج کرتے تو اس سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے اور پھر وہ حدیث درج کرتے۔ یہ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب شمار ہوتی ہے۔

امام مسلم کی پیدائش ۲۰۴ھ کی ہے، اور وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ تقریباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ ان کی کتاب صحیح مسلم میں ۴ ہزار احادیث درج ہیں۔ ان دو کتابوں کے علاوہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند، احمد میں اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں الفاظ کا تھوڑا بہت اختلاف ہے۔ یہ لفظی اختلاف اس لیے ہوتا ہے کہ جب ایک حدیث کے کئی راوی ہوں تو کسی کو کچھ حصّہ یاد رہا اور کسی کو کچھ، اور اُنھوں نے وہی بیان کر دیا۔ ایسا بھی ہے کہ ساری احادیث میں پورے پورے الفاظ کی پابندی نہیں ہو سکتی۔ بعض جگہ لوگوں نے جو مفہوم سمجھا، اس کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا۔ اگر ان مختلف الفاظ کو بھی

سامنے رکھا جائے تو اس سے بھی اس حدیث کے معنی کے اوپر روشنی پڑے گی اور کئی اہم نکات سامنے آتے ہیں۔

اب آیئے اس حدیث پر غور کریں۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تعلیم کے لیے ایک بڑا موثر طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ آپ ﷺ نے ایک کہانی بیان فرمائی ہے۔ کہانی کے لفظ سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس لیے کہ کہانی سچّی بھی ہوتی ہے اور جھوٹی بھی۔ یہ کوئی افسانہ نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ نے کہانی بیان فرمائی اور ان لوگوں کی کہانی بیان فرمائی جو اس سے پہلے گزر چکے تھے۔

بخاری کی روایت کے مطابق اس شخص کا تعلّق بنی اسرائیل سے تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ یہ آدمی پہلے زمانے کا تھا یا بنی اسرائیل میں سے تھا، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ اللہ کا ایک بندہ تھا، جس نے ۹۹ قتل کیے۔ یہاں اس کا اطلاق صرف پرانے لوگوں پر نہیں ہے بلکہ ہر اس بندے پر ہوگا جو گناہوں میں مبتلا ہو۔ دیکھئے الفاظ کے فرق سے ہم کو یہ روشنی ملی کہ یہ واقعہ محض ایسا واقعہ نہیں ہے کہ ہم اسے صرف واقعہ سمجھ کر اس پر سے گزر جائیں، بلکہ جو بندہ بھی گناہوں کے اندر مبتلا ہو اس کے لیے یہ واقعہ رہنما ہے۔ کہانی کے ذریعے تعلیم اس لیے بھی بڑی موثر ہے، کہ وہ بات جس کو کہنے کے لیے بڑے لمبے چوڑے دلائل اور فلسفے کی ضرورت ہوتی ہے، کہانی کے کردار اور واقعات اس کو کھول کر واضح اور روشن کر دیتے ہیں۔ عام آدمی بھی بڑی جلدی سمجھ سکتا ہے کہ کیا بات کہی جا رہی ہے، اور دل پر بھی وہ براہِ رست اثر انداز ہوتی ہے۔

اگر اس حدیث کی تشریح نہ بھی کی جائے تو مجھے یہ یقین ہے کہ آپ سب اس کا اصل مفہوم پا گئے ہوں گے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنے ہی گناہ کیوں نہ کر لے، اور کتنے ہی بڑے گناہ اس سے کیوں نہ سرزد ہو جائیں، یہاں تک کہ انسانی جان ضائع کرنا، اس کا خون بہانا، جو کہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے ایک انسان کو مارا، گویا اس نے

سارے انسانوں کو مار دیا اور جس نے ایک انسان کو بچایا، گویا اس نے سارے انسانوں کی جان بچالی۔ اگر اتنا بڑا گناہ بھی سرزد ہو جائے اور وہ بھی ایک نہیں ۱۰۰ قتل کر لے، توبہ کا دروازہ اس کے لیے کھلا ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ چند شرائط کو پورا کرے۔ اس کے اندر اضطراب اور بے چینی ہو اور وہ نادم اور شرمندہ ہو۔ وہ اپنی اصلاح کا جذبہ رکھتا ہو اور اپنی اصلاح کے لیے اپنی سی کوشش کرنے کے لیے تیار ہو۔ یہ اس حدیث کا مرکزی مضمون ہے۔

انسان اور گناہ کا بالکل ایسا تعلّق ہے، جیسے کوئی آدمی پانی پر چلے تو وہ لازماً بھیگے گا۔ لہٰذا جو آدمی دنیا میں رہے گا اس سے لازماً گناہ سرزد ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دُنیا میں اختیار دیا ہے کہ ہم چاہیں تو نیکی کریں اور چاہیں برائی، اور ہمیں اس آزمایش کے لیے بھیجا ہے کہ ہم اپنے ارادے اور اختیار سے نیکی کا راستہ اختیار کریں۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملك ۲:۲۷)

جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

گویا موت اور زندگی کے درمیان جو مہلت دی گئی ہے، یہ اس لیے ہے تاکہ اللہ آزما کر دیکھ لے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔ جب یہ اختیار دیا گیا ہے کہ انسان چاہیں تو اچھے عمل کرسکیں اور چاہیں تو برے، لہٰذا برے کام کرنے کا امکان پیدا ہو گیا، اور جب زندگی ایک آزمایش ٹھہری تو پھر یہ بھی امکان ہے کہ ہم برے کام کریں اور یہ بھی اختیار ہے کہ نیک کام کریں، نیکیاں بھی ہوں اور گناہ بھی۔ اس لیے گناہ کا سرزد ہونا انسان کے اس اختیار کے ساتھ ہے اور جن ترغیبات کے درمیان اسے رکھا گیا ہے، اس کا فطری تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اس وقت کھول کر بیان کر دیا تھا جب پہلا انسان پیدا کیا تھا۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو ایک حکم دیا، اور ان کے اس اختیار کی آزمایش کی۔ ان پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ وہ اللہ کے حکم کی اطاعت کریں، لیکن حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۧ (طٰه ۲۰:۱۱۵)

ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام کو ایک حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔

جب انسان کو پیدائش کے پہلے دن ہی یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی کہ جس آزمائش گاہ میں تم جا رہے ہو، تم ضعیف اور کمزور ہو، بھول اور غفلت تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے، ارادے کی کمزوری بھی تمہارے اندر موجود ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس امتحان اور آزمائش سے بخیر وخوبی گزرنے کے لیے اس کو مزید دو ہتھیار دیے۔

سب سے پہلے اس نے خود حضرت آدم علیہ السلام کو استغفار کے الفاظ سکھائے: فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (البقرہ ۲:۳۷) ''اس وقت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی۔'' ایسا نہیں کہ اس نے ان کو چھوڑ دیا ہو بلکہ خود اس نے یہ کلمات حضرت آدم وحوا کو سکھائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف ۷:۲۳)

اے رب ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔

گویا انسان پر یہ بات کھول دی گئی، کہ گناہ تو ہوگا، لیکن اس پر اصرار نہ کرنا، اس پر اکڑ نہ جانا بلکہ شرمندہ اور نادم ہو کر ہماری بارگاہ میں لوٹ آنا، تم ہمارا دروازہ کھلا پاؤ گے۔ اتوبُ الیك پھر اللہ تعالیٰ خود اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

دوسرا ہتھیار جو اللہ تعالیٰ نے پہلے روز ہی انسان کو دیا وہ اپنی ہدایت سے نوازنا ہے۔ اس نے کہا کہ تمہیں راستہ دکھانے کے لیے ہمیشہ میں اپنی ہدایت بھیجتا رہوں گا تا کہ جب تم بھول جاؤ تو میری ہدایت تمہیں یاد دلاتی رہے کہ سیدھا راستہ اور صحیح رویہ کیا ہے۔ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى (البقرة ۲:۳۸) یعنی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی۔

توبہ دراصل وہ ہتھیار ہے جس سے انسان اپنی فطرت کی ساری کمزوریوں کے باوجود اس امتحان گاہ میں جب گناہ کے اندر مبتلا ہوتا ہے تو اپنے آپ کو پاک صاف کر کے، دوبارہ صحیح راستے پر آ سکتا ہے۔ اس لیے خدا کے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے، اُنھوں نے اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت، اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ استغفار اور توبہ کی دعوت بھی دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں یہ فرمایا کہ لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو۔ میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو بھی توبہ کرے گا، ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرے گا، میں اس کو بخش دوں گا۔ چنانچہ توبہ دراصل علاج ہے ان سارے مسائل کا جو دُنیا میں رہتے ہوئے ہمیں پیش آتے ہیں۔ ہم ارادہ کرتے ہیں اور ارادہ کمزور نکلتا ہے۔ منصوبے بناتے ہیں مگر وہ پورے نہیں ہوتے۔ ہم نیکی کرنا چاہتے ہیں، لیکن نیکی کے راستے پر چل نہیں پاتے۔ ہم برائی سے بچنا چاہتے ہیں لیکن پھر اس برائی میں لت پت ہو جاتے ہیں۔ اس کش مکش میں صرف ایک ہی چیز ہے جو ہمارا سہارا ہے، اور وہ ہے توبہ کا راستہ اور اللہ کی رحمت۔

اس حدیث پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ ہے جس نے بہت گناہ کیے تھے۔ جیسا کہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ۹۹ قتل کیے تھے۔ ۹۹ سے مراد واقعی ۹۹ بھی ہو سکتے ہیں اور بہت سارے قتل بھی، لیکن ہم ۹۹ ہی فرض کرتے ہیں۔ البتہ اس میں اپنے گناہ کے اوپر اضطراب اور بے چینی پائی جاتی تھی۔ اگر اس کے اندر یہ اضطراب اور بے چینی نہ پائی جاتی، یا اس کو ندامت اور شرمندگی نہ ہوتی، تو وہ کیوں پوچھتا پھرتا کہ کیا میرے لیے کوئی توبہ کا دروازہ ہے۔ جو آدمی غافل اور لاپروا ہو، اس کو اس بات کی کیا پروا ہوتی ہے کہ وہ کیسی زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن اس شخص کو اس بات کی فکر تھی اور ۹۹ آدمی قتل کرنے کے بعد بھی اس کو یہ فکر لاحق تھی۔ اس کا ضمیر زندہ تھا جو اسے برابر کچوکے لگا رہا تھا، اور وہ بے چین تھا کہ میں آخر اپنے گناہوں سے کیسے نجات پاؤں، اور کیسے توبہ کروں اور کیسے واپس

اپنے اللہ کی طرف لوٹوں!

دراصل گناہوں کی زندگی سے نکل کر نیکی کا سفر شروع کرنے کے لیے سب سے پہلا تقاضا اپنے گناہوں کا احساس، اور ان کے اوپر ندامت اور شرمندگی ہے۔ ندامت اور شرمندگی کے بغیر اگر آدمی سو دفعہ بھی استغفر اللّٰہ، کہے تو اس کا کوئی فائدہ اس کو نہیں پہنچے گا، سوائے اس کے کہ زبان نے ایک اچھا لفظ بولا اور اس کے منہ سے اچھے الفاظ نکلے۔

توبہ کے لیے پہلی شرط یہی ہے کہ آدمی اپنے بارے میں فکر مند ہو۔ وہ اپنی غلطیوں کی تعبیر نہ کرے کہ ایسا تو ہوتا ہی ہے، یا اب کیا ہو سکتا ہے، یا ہم تو بڑے گناہ گار ہیں۔ درحقیقت جب ہم کہتے ہیں ہم بڑے گناہ گار ہیں تو اس کے پیچھے اپنے گناہ کو دور کرنے کے لیے کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا اور نہ شرمندگی اور ندامت ہی ہوتی ہے، بلکہ یہ گناہ کرنے کی ایک تاویل اور عذر ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ توبہ دراصل ندامت اور شرمندگی کا نام ہے۔

ہم میں سے کون ہے جس سے کوئی گناہ نہ ہوتا ہو۔ ہر قسم کے گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ وہ گناہ جو ہمارے دل پر بھی داغ لگاتے ہیں اور روح کو بھی مضطرب و بے چین کرتے ہیں، آخرت کے عذاب کا مستحق بھی ٹھہراتے ہیں اور وہ رحمان و رحیم آقا جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور جس سے ہم کو محبت کرنا چاہیے، اس سے بھی ہم کو دور کرتے ہیں۔ نتیجتاً اس کے اور ہمارے درمیان پردہ اور حجاب ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی کہا ہے کہ لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں اور ان کے دلوں پر زنگ جمتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ مگر جسے یہ احساس ہو کہ میں نے کوئی نقصان دہ چیز کھالی ہے، میری روح بے چین ہے، میرے سفید دامن پر سیاہ داغ پڑ گیا ہے، اور میرے دل پر کوئی سیاہ دھبا پڑ گیا ہے، مجھ سے محبت کرنے والے آقا کی نگاہ پھر گئی ہے اور میں اس سے دور ہو گیا ہوں، تو اس کے دل میں آگ لگ جائے گی، وہ ٹوٹ کر واپس لوٹے گا۔ دراصل گناہ سے جو گندگی روح اور دل کے اندر پیدا ہوتی ہے، شرمندگی اور ندامت کی آگ اس کو جلا کر صاف کر دیتی ہے۔ جس طرح آگ پر کسی چیز کو گرم کیا

جائے تو اس کا میل کچیل جھاگ بن کر نمایاں ہو جاتا ہے اور خالص چیز چھٹ کر الگ ہو جاتی ہے، اسی طرح جب دل کے اندر ندامت اور شرمندگی کی آگ لگتی ہے تو اس سے دل کے سیاہ داغ مٹ جاتے ہیں اور گناہوں کی گندگی سے آدمی پاک صاف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا توبہ اور اپنی اصلاح کے لیے پہلی شرط شرمندگی اور احساس ندامت ہے۔

توبہ کے لیے دوسری شرط جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے، وہ گناہ سے بچنے کا مصمم ارادہ ہے۔

اس حدیث کے مطابق اس آدمی کا اس قدر مضبوط ارادہ تھا، کہ پہلے تو وہ پوچھتا پھرتا رہا کہ زمین میں کون ہے جو مجھے بتائے، کہ توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ جب وہ اسی راستے کی تلاش میں ایک راہب کے پاس پہنچ گیا، گوشے میں بیٹھ کر عبادت کرنے والے کے پاس، اور اس نے کہا کہ نہیں، تمہارے لیے کوئی توبہ نہیں ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں راہب نے کہا کہ ۹۹ کے قتل کے بعد تو توبہ کرنا چاہتا ہے، تو اس نے اس کو بھی مار دیا۔ بظاہر انسان کو قتل کرنا تو ایک بڑا سنگین جرم تھا، لیکن یہ بھی اس کے دل کے کرب اور بے چینی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت تو وہ کچھ نہیں جانتا تھا، جاہل انسان تھا اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ توبہ کا راستہ کیا ہے؟ اس کو اس پر غصہ آیا کہ کیا میرے لیے کوئی توبہ کا راستہ نہیں ہوسکتا اور اس کے نتیجے میں یہ اقدام کر ڈالا۔ مگر اسے توبہ کی فکر لاحق تھی، اور اس کا ارادہ مضبوط تھا۔ پھر وہ اس کے پاس پہنچا جس کے پاس علم تھا، اور اس نے جب اس کو توبہ کا راستہ بتایا، تو وہ اس راستے کے اوپر چل کھڑا ہوا۔ دراصل یہ وہ مضبوط ارادہ تھا جس نے اس کو اس منزل تک پہنچایا۔ لہٰذا توبہ کے لیے دوسری چیز مضبوط ارادہ ہے۔

توبہ کے لیے تیسری چیز گناہوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش ہے۔ توبہ کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی اس چیز کو ترک کر دے، جو بری ہے اور اگر تلافی کر سکتا ہو تو اس کی تلافی بھی کرے اور اس چیز کو اختیار کرے جو اچھی ہو۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ جب اس عالم نے اس کو کہا کہ اس بستی کو چھوڑ دو، جو برے لوگوں کی بستی ہے، اور اس بستی میں چلے جاؤ جو قریۃ الصالحہ ہے،

جو نیک لوگوں کی بستی ہے، جہاں لوگ اللہ کی بندگی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کی بندگی کرو، تو اس نے اس راستے پر چلنا شروع کر دیا۔ بغیر توقف اور بغیر ٹھہرے، وہ اس راستے پر نکل کھڑا ہوا۔ اس کی یہ کوشش، دراصل توبہ کے لیے تیسری شرط تھی جو اس نے پوری کی۔

نیکی کی راہ پر چلنے کے لیے یہ تین چیزیں ضروری اور ناگزیر ہیں، یعنی احساس گناہ ہو، اپنی غلط کاریوں پر ندامت اور شرمندگی ہو اور مضبوط ارادہ ہو کہ ان برائیوں سے پیچھا چھڑانا ہے اور پھر اس کے لیے آدمی بھرپور سعی اور کوشش شروع کر دے۔ یہ تین چیزیں تھی جو اس آدمی کا سرمایہ بھی تھیں اور اسی کے لیے اس نے کوشش بھی کی، اور یہی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہیں۔ اس کو انسان کے اعمال کے نتائج مطلوب نہیں۔ اس لیے کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ وہ کتنا کمزور ہے اور کتنی خواہشات اور ترغیبات کے اندر گھرا ہوا ہے۔ دراصل جو چیز انسان کے اختیار میں ہے وہ یہ کہ آدمی اپنی غلطی پر نادم اور شرمندہ ہو، اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کا پختہ ارادہ کرے، اور اس کے لیے مقدور بھر کوشش کرے۔

اب یہ کوشش کتنی کامیاب ہوتی ہے، نیکی کی راہ پر یہ سفر پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے یا نہیں، یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ خدا کو تو بس خلوص نیت کے ساتھ کوشش اور سعی مطلوب ہے۔

اس کے بعد، کہانی آگے بڑھتی ہے کہ جب اس آدمی نے چلنا شروع کر دیا، ابھی وہ آدھے راستے ہی میں تھا کہ اس کو موت نے آلیا۔ یہاں روایات میں الفاظ مختلف ہیں اور ہر ایک روایت ایک مختلف پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے سینے کا رخ اس بستی کی طرف کر لیا جو نیک لوگوں کی بستی تھی۔ اس کے اضطراب، بے چینی اور کوشش کا یہ عالم تھا کہ اس نے جب یہ سمجھا کہ موت آگئی اور میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا، تو کم از کم رخ ہی اس بستی کی طرف کر لوں، چنانچہ اس نے اپنے سینے کا رخ موڑ کر اس بستی کی طرف کر لیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ جب اس نے یہ جان لیا کہ موت آگئی تو اس نے اپنے آپ کو گھسیٹنا شروع کر دیا، اور گھسٹ گھسٹ کر وہ اس بستی کے قریب

ہونے لگا، جہاں اسے جانا تھا۔ یہ بھی ایک کیفیت ہے کہ اس کی ندامت اور ارادے کی مضبوطی کی کہ جب اس نے خیال کیا کہ آخری وقت آ گیا ہے، تو اس نے گھسٹ گھسٹ کر اپنے آپ کو اس بستی کے قریب کرنے کی کوشش کی جو اس کی منزل تھی۔ اب اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی کوشش کس درجے کی تھی۔

اس کے بعد دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت اور رحمت کے لیے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جب فرشتے جمع ہو گئے، عذاب کے بھی اور رحمت کے بھی، تو عذاب کے فرشتوں نے بالکل بجا کہا کہ اس آدمی نے تو ایک بھی نیکی نہیں کی بلکہ ۱۰۰ قتل کیے ہیں۔ اس لیے یہ خدا کے عذاب کا مستحق ہے۔ اس کے مقابلے میں رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ: چونکہ یہ توبہ کر کے اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کر کے اپنے رب کی طرف جا رہا تھا، اس کی رحمت کی طرف جا رہا تھا، لہٰذا یہ خدا کی رحمت کا مستحق ہے۔

اس بات کا فیصلہ کیسے ہوا کہ اس کا انجام کیا ہو؟ اب یہاں پر مختلف روایات ہیں۔ میں نے جو روایت بیان کی ہے وہ مسلم کی روایت ہے، کہ ایک فرشتہ انسانی صورت میں آتا ہے اور دونوں فرشتے اس کو حَکَم بناتے ہیں، کہ تم اس کا فیصلہ کر دو۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو اس پرانی اور بری بستی کو حکم دیا کہ دور ہو جا اور دوسری بستی کو حکم دیا کہ تو اس شخص کے قریب ہو جا، اور پھر فرشتوں کو کہا کہ زمین ناپ لو۔ جب فرشتے زمین ناپتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ اس بستی سے ایک بالشت بھر قریب ہے جدھر وہ جا رہا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا، اور اس کی جان رحمت کے فرشتے قبض کر کے لے گئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وہ جلوہ ہے، جو زندگی میں ہر وقت نظر آتا ہے۔ اگر ہم اللہ سے اُمیدیں باندھ لیں تو یہ اس کی رحمت ہی ہے جو نیکی کے راستے پر سب سے بڑا سہارا ہے۔ خدا خوفی بھی ہے لیکن خوف سے بڑھ کر اس رحمان اور رحیم آقا کی رحمت اور مغفرت اور اس کی شفقت ہے جو ہر وقت ہماری دل جوئی کرنے کے لیے تیار ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کو اپنے بندے کی توبہ سے اتنی خوشی ہوتی ہے، کہ جیسے کوئی آدمی ریگستان میں جارہا ہو اور اس کے پاس ایک ہی اونٹنی ہو اور اسی پر اس کا کھانا اور پانی لدا ہو۔ ایک جگہ وہ آرام کرنے کے لیے لیٹ جائے اور جب اُٹھے تو دیکھے کہ اونٹنی سامان سمیت غائب ہے۔ اب ریگستان میں سورج چمک رہا ہے، نہ راستہ ہے، نہ پانی اور نہ کھانا۔ ایسے میں اس کی مایوسی کا کیا عالم ہوگا۔ اس کے بعد وہ جگہ جگہ تلاش کرتا پھرتا ہے لیکن اونٹنی کہیں نہیں ملتی اور بالآخر بالکل مایوس ہو کر لیٹ جاتا ہے کہ اب تو جان دینا ہے، اس لیے کہ نہ کھانا ہے نہ پانی اور نہ اونٹنی۔ اس حالت میں اس کی آنکھ لگ جاتی ہے اور جب آنکھ کھلتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اونٹنی پاس ہی کھڑی ہوئی ہے۔ اب اس آدمی کی خوشی کا کیا عالم ہوتا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں کہ اس کو اس قدر خوشی ہوتی ہے کہ اس کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے اور وہ مارے خوشی کے کہتا ہے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب، یعنی اس قدر حواس باختہ ہو جاتا ہے کہ الٹی بات اس کے منہ سے نکل جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جتنی اس آدمی کو اپنی کھوئی ہوئی اونٹنی کو پانے سے ہوتی ہے۔ وہ تو اپنے بندوں کی تلاش میں ہے کہ وہ آئیں اور اس کی راہ پر چلیں۔ یہ اس کی رحمت ہے جو برائی اور انسان کے درمیان راستے کو سمیٹ دیتی ہے اور نیکی اور آدمی کے درمیان راستہ مختصر کر دیتی ہے، اور صرف ایک بار ہی اس کے قریب ہونے پر رحمت کی آغوش کھول کر اس کو سمو لیتی ہے۔

حدیث میں اپنی جگہ پر پوری ایک کہانی بیان ہوئی ہے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک پہلو ایسا ہے کہ اس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اس واقعے کو اگر ہم یاد رکھیں تو اس میں رہنمائی کا سارا سامان موجود ہے۔ نیکی کی راہ پر سفر کرنے کے لیے آپ کو جتنے اسباق کی ضرورت ہے وہ اس واقعے کے اندر بیان ہو گئے ہیں۔ ان کو اگر آپ مضبوطی کے ساتھ تھام لیں تو آپ سیدھی راہ پر چل سکتے ہیں۔

اس حدیث میں غور و فکر کے لیے مزید دو پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔

ایک یہ کہ وہ آدمی پہلے راہب کے پاس گیا۔ مگر وہ راہب جو گوشے میں بیٹھ کر‘ اللہ کی راہ چھوڑ کر‘ اس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کی صحیح راہ نمائی نہ کر سکا۔ پھر وہ عالم کے پاس گیا۔ عالم نے اس کو صحیح راستہ بتایا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علم کا بڑا درجہ ہے۔ بہت ساری احادیث ہیں جن میں علم کی فضیلت‘ عبادت پر ظاہر کی گئی ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ صحبت بڑی چیز ہے۔ آدمی کو نیک بننے کے لیے جہاں ندامت‘ اپنے ارادے‘ اور اپنی کوشش کی ضرورت ہے‘ وہاں اسے صالح صحبت کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ عالم نے کہا کہ بری صحبت ترک کر دو‘ اور نیک صحبت اختیار کر لو اور بری صحبت کی طرف لوٹ کر مت جانا۔

اب اگر ایک بار پھر ہم اس پوری حدیث پر غور کریں‘ اگرچہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے اس شخص کا ہے جس نے ۹۹ قتل کیے تھے لیکن اس کا تعلّق ہم سے بھی ہے۔ اس کہانی میں ایک کردار ہے اور وہ کردار ہم سب کے سامنے ایک سوالیہ نشان کے طور پر کھڑا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک سے روزانہ نہ جانے کتنے گناہ جانے ان جانے میں سرزد ہو جاتے ہیں اور اگر وہ گناہ بھی شمار کر لیے جائیں جو دل کے ہوتے ہیں‘ جیسے کسی کو حقیر یا ذلیل سمجھنا‘ اور وہ گناہ جو زبان کے ہوتے ہیں اور عمل کے ہوتے ہیں‘ برتاؤ کے ہوتے ہیں‘ گھر کے ہوتے ہیں تو ان کا کوئی شمار نہیں ہے۔ اس لیے ابتدا ہی میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ خواہ کوئی بھی بندہ ہو‘ گناہ ضرور ہوں گے۔ اس لیے توبہ ہماری زندگی ہے اور اپنے رب کی طرف لوٹنا اور پلٹنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

اگر غور کریں تو دُنیا کے اندر کوئی ایک بستی ایسی نہیں پائی جاتی کہ نیکی کے لیے ہم اس کی طرف ہجرت کریں‘ بلکہ طرح طرح کی بستیاں دنیا کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اگر ایک نیک مقاصد کی بستی ہے تو دوسری برے مقاصد کی بستی ہے۔ اب اگر زندگی کا مقصد نیکی کی راہ پر چلنا ہے تو آدمی برے مقاصد کی زندگی سے نیک مقاصد کی زندگی کی طرف چلنا شروع کر دے اور اگر وہ آدھے راستے میں بھی ہو گا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

دل کی دُنیا میں بھی اگر ایک طرف اچھے خیالات کی بستی ہے اور دوسری طرف برے خیالات کی بستی، تو آپ برے خیالات سے اچھے خیالات کی طرف چلنا شروع کردیں۔

اسی طرح اعمال کی بھی ایک بستی ہے۔ ایک طرف اچھے اعمال ہیں اور دوسری طرف برے اعمال، ہمیں چاہیے کہ ہم برے اعمال ترک کردیں اور اچھے اعمال کی طرف سفر شروع کردیں۔

اسی طرح انسان ہیں، اچھے انسان بھی ہیں اور برے بھی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اچھے انسانوں کی صحبت اختیار کریں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی بستی کو چھوڑ کر یا کسی محلّہ کو چھوڑ کر کہیں اور جا کر رہا جائے۔ صبح سے شام تک ہم سو مرتبہ ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف سفر کرسکتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، کانا فی بعد طریق ' وہ راستے میں کہیں بھی تھا، گویا خدا کی راہ میں ہی تھا۔

اس دُنیا میں کہیں اس راستے کی منزل نہیں ہے۔ اس میں پہلے قدم پر ہی منزل ہے۔ جہاں کسی نے توبہ کے راستے پر قدم رکھ دیا، وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ کوئی اور منزل نہیں ہے۔ جس نے آدھے سے زیادہ راستہ طے کرلیا، تو وہ بھی کامیاب ہوگا، اور اگر کوئی چلتا ہی رہا اور آدھے راستے پر بھی نہ پہنچ سکا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس فاصلے کو کم کردے گی جہاں پر اس کو پہنچنا ہے۔

یہ وہ سبق ہے جو ہم کو اس حدیث سے ملتا ہے۔ اگر ہم اس کو یاد رکھیں تو زندگی کا یہ سفر جو ہمارے سامنے ہے، جو ہمیں درپیش ہے کہ ہم اس دنیا میں نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر دنیا میں بھی کامران اور سربلند ہوں، اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کے مستحق ٹھہریں، اس کے لیے اس ضمن میں رہنمائی اس حدیث سے حاصل ہوسکتی ہے۔

اس کے لیے ایک بنیادی بات یہ بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر آپ یہ سمجھیں کہ آپ کو یہ سفر شروع کرنا ہے، تو آپ رات یا دن میں تنہائی میں تھوڑا سا وقت نکالیے، اور بالکل تنہا، آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیے، اور اپنی پوری زندگی کے بارے سوچنا شروع کردیں۔ اپنے دل،

اپنے دماغ کے بارے میں، اپنے مقاصد اور تصورات کے بارے میں، اپنی کمائی اور اعمال کے بارے میں، دوسرے انسانوں سے برتاؤ کے بارے میں، سوچیے اور غور و فکر کیجیے۔ جہاں جہاں آپ کا علم یہ بتاتا ہو کہ آپ نے غلط کیا، وہاں اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور پختہ ارادہ کریں کہ اب آپ اس کو دوبارہ نہ کریں گے، اور نیکی کی راہ پر چلنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ اس توبہ کے بعد بھی اگر خدانخواستہ سو دفعہ بھی پلٹ کر یہ گناہ سرزد ہوجائے مگر جب تک آپ پلٹتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے صدقِ دل سے توبہ کرتے رہیں گے اور گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش میں لگے رہیں گے، اللہ کا در ہمیشہ کھلا پائیں گے۔

◆ ◆ ◆

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے، اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم سے پہلے ایک شخص تھا جس نے ۹۹ خون کیے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ زمین کے لوگوں میں سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک راہب کا بتایا۔ [راہب نصاریٰ کے پادری]۔ وہ بولا میں نے ۹۹ خون کیے ہیں۔ میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ راہب نے کہا کہ تیری توبہ قبول نہ ہوگی۔ اس نے اس راہب کو بھی مار ڈالا اور ۱۰۰ خون پورے کرلیے۔ پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ زمین میں کون سب سے بڑا عالم ہے؟ لوگوں نے ایک عالم کا بتایا۔ وہ اس کے پاس گیا اور بولا میں نے ۱۰۰ خون کیے ہیں۔ میری توبہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ وہ بولا: ہاں، ہوسکتی ہے اور توبہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہے۔ تم فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی جا کر ان کے ساتھ عبادت کر اور اپنی بستی میں مت جا وہ بری بستی ہے۔ پھر وہ اس بستی کو چلا جب آدھے فاصلے پر پہنچا تو اس کو موت آگئی۔ اب عذاب کے فرشتوں اور رحمت کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہوکر آ رہا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا

کہ اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ آخر ایک فرشتہ آدمی کی صورت بن کر آیا اور اُنھوں نے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے اس کو مقرر کیا۔ اس نے کہا دونوں ملکوں تک ناپو اور جس ملک کے وہ قریب ہو وہیں کا ہے۔ ناپا تو وہ اس ملک کے قریب تھا جہاں کا ارادہ رکھتا تھا۔ آخر رحمت کے فرشتے اس کو لے گئے۔ قتادہ نے کہا حسن نے کہا ہم سے بیان کیا لوگوں نے کہ جب وہ مرنے لگا تو اپنے سینہ کے بل بڑھا [تا کہ اس ملک سے نزدیک ہو جائے]۔

* * *

منشورات

دعوتی وتربیتی لٹریچر کی
اشاعت میں منفرد نام

اسلامی اور معیاری **خوبصورت اور موثر** **مختصر اور سستی**

کتابوں کی اشاعت کے حوالے سے ایک معروف ادارہ ہے۔ جس نے مختصر عرصے میں دعوت دین کی اشاعت اور اصلاح معاشرہ کے لیے قوم کی زبردست خدمت کی ہے۔

عالم اسلام کے معروف اسکالر خرم مراد نے منشورات قائم کیا‘ تا کہ لوگوں تک قرآن کی تعلیم کو موثر اسلوب میں پیش کیا جا سکے۔ الحمد اللہ‘ اس سمت میں خرم مراد کے قلمی افادات کے ساتھ‘ پاکستان اور عالم اسلام کے اہل علم حضرات کی قیمتی تحریریں بھی شائع ہو رہی ہیں۔ جن سے یہ کارِ عظیم موثر رہنمائی کا وسیلہ بن گیا ہے۔

اللہ ﷻ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور آخرت کی بھلائی کی دُعا کیجیے

ہمارے یہ کتابچے آپ کے مددگار ثابت ہوں گے

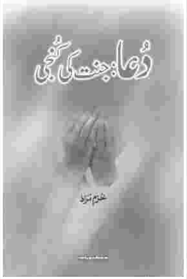
دُعا: جنت کی کُنجی
خرم مراد

ذکرِ الٰہی
خرم مراد

نالۂ نیم شب
خرم مراد

قُربِ الٰہی
کے
چند آسان عملی طریقے
خرم مراد

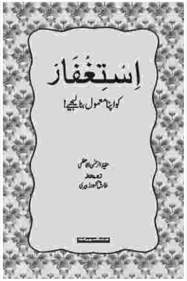
اِستِغفار
کو اپنا معمول بنالیجیے!

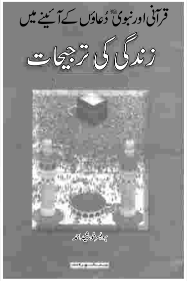
قرآنی اور نبویؐ دُعاؤں کے آئینے میں
زندگی کی ترجیحات
پروفیسر خورشید احمد

منشورات
منصورہ‘ ملتان روڈ‘ لاہور۔ 54790‘

ہماری ۴۰۰ سے زائد قرآن وسیرت‘ ادبی اور بچوں کی کتب کے لیے, 0332-003 4909
فہرست طلب کریں۔ اپنا پتا SMS کیجیے 0320-543 4909